عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، قَالَ وَ ذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: سَلَامٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍo قَالَ فَنظَرَ اِلَيْهِمْ وَ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلاَ يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَ يَبْقٰى نُوْرُهٗ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''جب اہلِ جنت اپنی خوشیوں اور راحتوں میں ہوں گے اچانک انھیں ایک روشنی نظر آئیگی۔ وہ اپنے سر کو اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کا رب ان کے اوپر جلوہ گر ہے۔ خدا فرمائے گا: تم پر سلام ہو اے اہلِ جنت! حضورؐ نے فرمایا: کہ یہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب ہوتا ہے۔ سَلَامٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔ (ربِّ رحیم کی طرف سے سلام فرمایا گیا ہے، سورہ یٰسٓ: ۵۸) آپؐ نے فرمایا کہ پھر اللہ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ (اہل جنت) خدا کی طرف دیکھیں گے اور وہ جنت کی نعمتوں میں سے کسی شے کی طرف بھی متوجہ نہ ہوں گے (یعنی وہ دیدار الٰہی میں محو ہو کر رہ جائیں گے)۔ وہ خدا کی طرف دیکھ رہے ہوں گے یہاں تک کہ وہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔''

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ دیدارِ حق کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز قابلِ التفات نہ ہوگی۔ دیدارِ حق کے اثرات ظاہر و باطن پر باقی رہیں گے۔

انسان کے افکار و اعمال پر عقیدۂ آخرت کا اثر

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكَبَيَّ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ. (بخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: ''تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی ہو یا راہ چلتے مسافر۔''

تشریح: دنیا میں انسان کی اصل حیثیت مسافر کی ہے۔ اسے یہاں اس طرح زندگی نہیں گزارنی چاہیے جیسے اسے یہاں ہمیشہ رہنا ہے بلکہ اسے دنیا میں ایک مسافر ہی کی طرح رہنا چاہیے۔ مسافر پردیس میں دل نہیں لگاتا۔ اس کا دل اپنے وطن میں لگا رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح آدمی کو دارِ آخرت کی طرف دل لگانا چاہیے جو اس کا حقیقی وطن اور ٹھکانا ہے۔ دنیا کو بالکل پردیس

سمجھنا چاہیے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اگر ہو سکے تو وہ اس راہ رو کی طرح زندگی بسر کرے جو راستہ چل رہا ہوتا ہے، کہیں ٹھہرا ہوا نہیں ہوتا بلکہ ہر لمحہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے۔ اگر آدمی اس کیفیت کے ساتھ دنیا میں اپنی زندگی گزارے تو پھر دنیا اسے اس کے اصل مقصد سے کبھی غافل نہیں کر سکتی اور نہ کوئی طمع اور حرص اسے راہِ راست سے ہٹا سکتی ہے۔

﴿۲﴾ وَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: عِظْنِیْ وَ اَوْجِزْ فَقَالَ: اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَلَا تُکَلِّمْ بِکَلَامٍ تَعْذَرُ مِنْهُ غَدًا وَاجْمَعِ الْاِیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ۔ (احمد)

ترجمہ: ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا مجھے مختصر انداز میں نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: ”جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس شخص کی سی نماز ادا کرو جو رخصت کیا جا رہا ہو اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو جس کے بارے میں کل تمھیں عذرخواہی کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بالکل مایوس ہو جاؤ۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تم اپنے کو ہر وقت سفرِ آخرت کے لیے تیار رکھو، کسی وقت بھی غفلت نہ ہونے پائے، نماز ادا کرو تو اس طرح گویا یہ آخری نماز ہے، اس کے بعد پھر نماز پڑھنے کا موقع میسر نہ آ سکے گا۔ اور کوئی بات کہو تو پوری ذمہ داری کے ساتھ کہو۔ یہ احساس ہمیشہ زندہ رہنا چاہیے کہ تمھیں اپنی ہر بات کا خدا کے یہاں حساب دینا ہے۔ دنیا میں لوگوں کو جو کچھ مال و دولت کی فراوانی اور عیش و راحت حاصل ہے اس سے اپنے کو بے نیاز کرلو۔ اس کے لیے دل میں کسی طرح کی طمع اور حرص نہ ہونی چاہیے۔ تمھیں امید صرف ایک خدا کی ذات سے رکھنی چاہیے۔ یہی توحید کا تقاضا ہے اور یہی آخرت پر ایمان لانے کا منشا بھی ہے، اس کے بغیر سکون و اطمینان کی وہ زندگی بھی نہیں حاصل ہو سکتی جس کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔

﴿۳﴾ وَ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِذَا رَاَیْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُعْطِی الْعَبْدَ عَلٰی مَعَاصِیْهِ مَا یُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْآ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَۃً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ (احمد)

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل بندے کی نافرمانی کے باوجود اس کی پسند اور خواہش کے مطابق دنیا کی چیزیں دے رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ (خدا کی طرف سے) ڈھیل ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ (الانعام: ۴۴) ''پھر جب ایسا ہوا کہ جس سے انھیں یاد دہانی کرائی گئی تھی انھوں نے اسے بھلا دیا تو ہم نے ان پر ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ اس پر اترانے لگے جو کچھ انھیں ملا تھا تو اچانک ہم نے انھیں پکڑ لیا۔ اب تو وہ بالکل مایوس تھے۔''

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ کسی شخص یا قوم کی مادی اعتبار سے خوشحالی اور اس کا صاحبِ اقتدار ہونا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں ہے کہ اس سے خدا راضی اور خوش ہے۔ یہ خدا کی جانب سے ڈھیل بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد خدا کا عذاب مجرموں کو اچانک آدبوچتا ہے کہ انھیں کوئی جائے فرار نظر نہیں آتی اور وہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

﴿۴﴾ وَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لاَ دَارَ لَهٗ وَ مَالُ مَنْ لاَ مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لاَ عَقْلَ لَهٗ۔ (احمد، البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا (آخرت میں) کوئی مال نہیں اور اسے وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخرت میں اس شخص کے لیے کوئی ٹھکانا اور سامانِ راحت نہیں جس نے دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھا اور دنیا کی زندگی میں آخرت کی طرف سے بالکل غافل رہا۔ اس سے بڑھ کر نادانی کی کونسی بات ہوسکتی ہے کہ کوئی مال و دولت کے پیچھے دیوانہ بنا رہے اور اپنی آخرت کے لیے کچھ بھی سامان نہ کرے۔

﴿۵﴾ وَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَ مَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى۔

(احمد، البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنی دنیا کو عزیز رکھا،

اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت کو عزیز رکھا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا۔ تو تم باقی رہنے والی چیز کو اس پر ترجیح دو جو فنا ہونے والی ہے۔''

تشریح: یعنی دانش مندی کی بات یہی ہے کہ آخرت کی زندگی کو عزیز رکھے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ دنیا کے پیچھے اپنی آخرت کو تباہ نہ کرے۔ دنیا کی زندگی میں اکثر ایسے مواقع آتے ہیں کہ جہاں آدمی کو آخرت کے لیے دنیا کا نقصان گوارا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مواقع پر آدمی کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا پڑتا ہے۔ کامیاب شخص وہی ہے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے مفاد کو ترجیح نہ دے۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ آدمی کے دل سے دنیا کی محبت نکل گئی ہو اور آخرت کا شوق اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہو۔

﴿۶﴾ وَ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دانا شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور نادان شخص وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی اختیار کرے اور اللہ سے غلط آرزوئیں وابستہ رکھے۔''

تشریح: یعنی یہ حد درجہ نادانی کی بات ہے کہ آدمی حق کو چھوڑ کر پیروی تو باطل خواہشات کی کرے اور امید اس کی رکھے کہ خدا اسے آخرت میں درجۂ بلند عطا فرمائے گا اور اسے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا جائے گا حالانکہ آخرت کی کامیابی انھی لوگوں کے لیے ہے جو ہر حالت میں حق کے متبع ہوتے ہیں، خواہشاتِ نفس کے غلام نہیں ہوتے۔

﴿۷﴾ وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: تَلاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ؟ قَالَ: نَعَمْ: اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔

(البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ۔ ”اللہ جسے ہدایت دینی چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔“ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ”جب نور سینہ کے اندر داخل ہوجاتا ہے تو سینہ کشادہ ہوجاتا ہے۔“ کہا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا کوئی ایسی چیز ہے جس سے اس کی پہچان ہوسکے؟ فرمایا: ”ہاں دھوکے کے گھر سے دل کا اٹھ جانا اور ہمیشہ رہنے والے گھر کا مشتاق ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیار ہوجانا۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب بندے کے دل کی تاریکی دور ہوجاتی ہے اور اسے نورِ ہدایت حاصل ہوجاتا ہے تو فطری طور پر آخرت سے لگاؤ اور شوق اس کے اندر پیدا ہوجاتا ہے۔ دنیا جسے ثبات نہیں اس کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ اور وہ اس زندگی کی تعمیر میں لگ جاتا ہے جو موت کے بعد حاصل ہونے والی ہے۔

﴿۸﴾ وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا۔ (بخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمھیں معلوم ہوجائے تو روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔“

تشریح: یعنی حقیقت اگر اس طرح تم پر منکشف ہوجائے جس طرح مجھ پر منکشف ہے اور تمھیں خدا کے قہر وجلال اور آخرت کے ہولناک اور روح فرسا مناظر کا علم ہوجائے تو تمھارا آرام وسکون سب رخصت ہوجائے۔

﴿۹﴾ وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَ مَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ غَالِیَۃٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ الْجَنَّۃُ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصے میں چل دیتا ہے اور جو رات کے شروع ہی میں چل پڑتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جان لو اللہ کا سودا گراں ہے، جان لو اللہ کا سودا جنت ہے۔“

تشریح: عرب میں عام طور سے قافلے رات کے آخری حصے میں چلتے تھے۔ اس کی وجہ سے رہزنوں اور ڈاکوؤں کے حملے بھی اوقاتِ سحر میں ہوتے تھے۔ جس مسافر یا قافلے کو رہزنوں کا خوف ہوتا وہ رات کے آخری حصے میں چلنے کے بجائے رات کے شروع ہی میں چل دیتا تھا اور

اس تدبیر سے بعافیت اپنی منزل پر پہنچ جاتا تھا۔ اس مثال کے ذریعہ سے حضور ﷺ لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ جس طرح منزل کی فکر رکھنے والے اور رہزنوں سے ڈرنے والے مسافر اپنے آرام اور اپنی نیند کو قربان کر کے رات کے ابتدا ہی میں چل دیتے ہیں اسی طرح آخرت کے مسافر کو بھی چاہیے کہ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے فکر مند ہو اور غفلت کو اپنے پاس نہ آنے دے، اپنے عیش و آرام اور خواہشات کو اس کے لیے قربان کرے، بندے کو اپنے خدا سے جو چیز حاصل کرنی ہے وہ نہایت گرانقدر ہے۔ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ خدا نے اپنے وفادار بندوں کے لیے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جسے حاصل کرنے کے لیے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ اس جنت کی اصل قیمت یہی ہے کہ بندہ اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ خدا کے لیے وقف کر دے اور ہر طرف سے کٹ کر صرف ایک خدا کا ہو جائے۔ یہی بات قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط (التوبہ:۱۱۱) بے شک اللہ نے مومنوں کی جان اور ان کے مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔''

〈۱۰〉 وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ رَجُلٌ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَنْ اَکْیَسُ النَّاسِ وَ اَحْزَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَکْثَرُھُمْ ذِکْرًا لِّلْمَوْتِ وَ اَکْثَرُھُمْ اسْتِعْدَادًا اُولٰٓئِکَ الْاَکْیَاسُ ذَھَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْیَا وَ کَرَامَۃِ الْاٰخِرَۃِ۔ (طبرانی فی المعجم الصغیر)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے نبیؐ! لوگوں میں سب سے بڑھ کر دانش مند اور دور اندیش کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جو ان میں موت کو زیادہ یاد کرتا اور ان میں سب سے زیادہ اس کی تیاری کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگ دانشمند ہیں۔ انھوں نے دنیا کی عزت و شرافت بھی حاصل کی اور آخرت کا اعزاز و اکرام بھی۔''

تشریح: دنیا میں عزت کا مقام بھی ایسے ہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو دنیا پرست نہیں، بلکہ آخرت کے طالب ہوتے ہیں اور آخرت کا اعزاز و اکرام تو صرف انھی کے لیے مخصوص ہے۔ دنیا پرستوں کے لیے آخرت کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

〈۱۱〉 وَ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ "وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَ قُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ" اَھُمُ الَّذِیْنَ یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَ یَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ: لَا یَا ابْنَۃَ الصِّدِّیْقِ وَ لٰکِنَّھُمُ الَّذِیْنَ یَصُوْمُوْنَ وَ یُصَلُّوْنَ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ وَ ھُمْ